بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین پہ اُجرت ۔ اسلام کی خدمت یا کاروبار ؟

السلام علیکم قارئین

آج کا موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ موجودہ دور میں اُمتِ مسلمہ میں موجود بہت سے مسائل کی اصلی وجوہات کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ مضمون کی طوالت کے باعث ہم اسے بلاگ پر دو حصوں میں شائع کر رہے ہیں البتہ ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے ایک ہی فائل ہے۔

سیانے کہتے ہیں کہ ماضی پر نظر ڈالنااور پچھلی نسلوں کی غلطیوں سے سبق سیکھنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ انکی کی ہوئی غلطیاں نہ دہرائی جائیں۔اس حوالے سے دینداری کی آڑ میں دکانداری کا یہ موضوع ہمیں یہ سمجھنے میں کافی مدد فراہم کرتا ہے کہ کس طرح پچھلی امتوں اور خاص طور پر اہلِ کتاب کے علماء لالچ میں آکر اپنے اپنے مذہب کے پیروکاروں اور اللہ کے درمیان براجمان ہو گئےاور نا صرف لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھانے لگے بلکہ دھرتی پر خدا بن بیٹھے اور نتیجہ یہ کہ یا تو لوگ ان مذاہب سے بالکل ہی کنارہ کش ہو گئےاور یا پھر انہوں نے ان راہبوں، پادریوں اور پنڈتوں کی عزت چھوڑ کر صرف اپنی ضرورت کے مطابق انکی خدمات خریدنی شروع کر دیں اور اپنی اپنی مرضی کا مذہب بنالیا۔اسی طرح مغربی ممالک میں لوگوں نے مذہب کے ٹھیکیداروں کو انکے مال و دولت کے ساتھ انکی عبادت گاہوں اور کلیساؤں میں عیاشی کے لئے بند کر دیا اور مذہب اور اسکی ضرورت کو تمام حکومتی معاملات اور اجتماعی زندگی کے تمام تر اہم فیصلوں سے بالکل باہر نکال پھینکا۔ پھر کہیں جمہوریت کے نعرے لگے، کہیں سیکولرازم تو کہیں سائنس کی پرستش شروع ہو گئی اور کہیں پر سوشل ازم، کمیونزم یا سرمایہ دارانہ نظام کو بنی نوع انسان کے تمام مسائل کا حل قرار دیا گیا۔ مذہب کو انسان کا ذاتی معاملہ قرار دے دیا گیا اور کہا گیا کہ آپ اپنے گھر کے اندر چاہیں تو شیطان کی پوجا کریں اور یا پھر خدا کا سرے سے انکار ہی کر دیں، شادی کرنا چاہیں تو کر لیں اور نا چاہیں تو ویسے ہی رہ لیں اور بچے پیدا کریں، شراب پئیں یا جوا کھیلیں، سود کھائیں یا زنا کاری کریں ہر بات کی مکمل آزادی ہے ہاں بس اپنی مذہبی وابستگی یا لاتعلّقی کو اپنی ذات تک محدود رکھیں، اسکی بنیاد پر کوئی تبدیلی، کوئی نظام یا سسٹم لانے کی باتیں مت کریں۔ جیو اور جینے دو کے راگ ہوں یا سب سے پہلے مادرِ وطن کی بانگیں ان سب کے پیچھے جو فلسفہ کارفرما ہے وہ یہی ہے کہ جب مذہب کے ٹھیکیداروں کا لالچ حد سے گذر گیا تو لوگوں کی نظر میں انکی اور انکے مذہب دونوں کی عزت ختم ہو گئی اور بنی نوع انسان آج اس سب کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔

ہمارے ہاں یعنی آج کی مسلم امت میں بھی حال کچھ زیادہ مختلف نہیں کہ یہاں بھی دین ہر فرقے کے لئے ایک کاروبار ہے اور اب تو معاشرے میں یہ سب اتنا عام اور قابل قبول بن گیا ہے کہ اگر لوگوں کو یہ سمجھایا جائے کہ اسلام میں دینی اُمور پر اُجرت لینے کا کوئی تصور نہیں تو اکثریت کافی حیران ہوتی ہے۔ بلکہ اب تو یہ کہا جائے تو شاید زیادہ مناسب ہو گا کہ یہ موضوع دینی اعتبار سے ان چند موضوعات میں سے ایک ہے جو اُمت کے بیشتر مسائل کی جڑ ہونے کے باوجود بھی اُمت میں ایک اختلافی مسئلے کی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ موجودہ دور کے تمام فرقے جو عام طور پر ہر وقت اور ہر بات پر ایک دوسرے سے دست و گریباں نظر آتے ہیں دینی اُمور پر اُجرت کے حوالے سے بالکل یک جان بلکہ ہم نوالہ و ہم پیالہ نظر آتے ہیں یعنی سب کے سب دین کو کاروبار بنانے کی اجازت دیتے ہیں اور اس خلافِ قرآن و سنت عقیدے کو زبردستی ثابت کرنے کے لئے ہر طرح کی عجیب و غریب تاویلات پیش کرتے ہیں۔ اس مسئلے کے علاوہ شاید ہی کوئی اور ایشو ایسا ہو جس پر ان فرقوں میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے کہ یہاں تو داڑھی کی لمبائی سے لے کر پانی پینے پلانے کے طریقہ کار تک ہر چیز پر جھگڑا ہے ۔اور ظاہر ہے یہاں پر ہم آہنگی کیوں نہ ہو گی

http://therealislam1.wordpress.com/

جب سب کا فائدہ اس سے وابستہ ہے کیونکہ دین تو ہر فرقے کے مولوی و عالم کے لئے دھندا ہے۔ ان سب کا حقیقی مقصد صرف اور صرف دنیاوی منفعت ہے اور دین کی خدمت کا تو محض ایک دکھاوا ہے۔

اسی لئے عوام النّاس کو اس حوالے سے کچھ خاص تفصیلات بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کیونکہ انہیں تو پہلے ہی اس بات کی یقین دہانی کروادی جاتی ہے کہ ان علماء و مشائخ نے اللہ کے دین کی ترویج کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی ہیں اور اس حوالے سے انہیں اجازت ہے کہ وہ دین کو اپنا ذریعۂ معاش بنالیں بلکہ کہا یہ جاتا ہے کہ اس سے اچھا اور پاک ذریعۂ معاش تو اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ عوام بھی بیچارے کہیں سیاستدانوں کی چالاکیوں کی نظر ہوتے ہیں کہیں فوجیوں کے لالچ اور فرعونیت کی بھینٹ چڑھتے ہیں تو کہیں دین کے یہ بیوپاری انہیں بیوقوف بناتے ہیں اور کیوں نہ بنائیں جب عام آدمی نے یہ قسم کھائی ہے کہ مسلمان کہلوانا تو ہے لیکن اسلام کو سیکھنا یا اسے اپنی زندگی میں اولین ترجیح نہیں بنانا۔ نتیجہ یہ کہ مولوی اور عوام کے درمیان یہ خاموش معاہدہ قائم رہتا ہے جس کے مطابق کسی بھی خوشی یا غم کے موقع پر محلے کی مسجد کے مولوی صاحب کی خدمات حاصل کرلی جاتی ہیں اور انہیں پیسے اور تحفے تحائف دے کر اپنی مرضی کا فتویٰ اور اپنی منشا کی خدمات لے لی جاتی ہیں یعنی ان کا وقت خرید لیا جاتا ہے اور پھر جو کچھ وہ دین کے حوالے سے بتادیتے ہیں اسے جہاں ہے جیسے ہے کی بنیاد پر آنکھیں اور دماغ بند کرکے شروع کردیا جاتا ہے، اللہ اللہ خیر سلّا۔ سوچا یہ جاتا ہے کہ جس طرح ہم چودہ یا سولہ جماعتیں پڑھ کر ڈاکٹری یا انجینئرنگ کی ڈگری لیتے ہیں بالکل ویسے ہی مولوی صاحب نے بھی اپنی زندگی کا بیشتر حصہ قرآن و حدیث سمجھنے میں لگایا ہوتا ہے لہٰذا انہیں بھی اس بات کی اجازت ہے کہ وہ جیسے چاہیں اپنی اس محنت کو کیش کروائیں اور اپنا اور اپنے گھروالوں کا پیٹ بھرنے کا انتظام کریں۔

دین کو بیوپار بنانے کا یہ رجحان جو ہمارے ہاں فرقوں میں یکساں مقبول ہے ہمیں دیگر تقریباً تمام مذاہب جیسے ہندومت، عیسائیت اور یہودیت میں بھی بالکل اسی طرح نظر آتا ہے جہاں پنڈت، پادری اور راہب اپنی زندگیاں اور جینا مرنا اپنے مذہب کے لئے وقف کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہر مذہبی رسم جیسے کمیونین، بپتسمہ، کنفیشن یعنی گناہوں کا اعتراف کرنا، پوجا پاٹ اور شادیاں کروانا وغیرہ سب کی باقاعدہ اُجرت لی جاتی ہے جسے حکومت وقت وظیفے یا تنخواہ کے طور پر مقرر کرتی ہے اور اسکے علاوہ جو عوام النّاس چاہیں تو اپنی مرضی سے نذرانہ یا ہدیہ وغیرہ علیحدہ سے دے دیں۔ ہمارے ہاں بالکل یہی طریقۂ کار اپنایا گیا ہے اور پنڈت، پادری یا راہب کا کام مولوی صاحب کو دے دیا گیا ہے، یعنی مذہب کا فرق تو ہے لیکن نیت اور کام سب کا ایک ہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ آج ہمارے ہاں مولوی بڑے دھڑلے سے باجماعت نماز بیچتے ہیں، اذان دینے کی اُجرت لیتے ہیں، قرآن بغیر پیسوں کے نہیں پڑھاتے اور نکاح و جنازہ پڑھانے کی فیس مقرر ہے۔ اور یہ تو چند موٹی موٹی چیزیں ہیں ورنہ انکے علاوہ بے شمار رسوم و رواج اور تہوار تو باقاعدہ ایجاد کرلئے گئے ہیں جن کے ذریعے عوام سے پیسے بٹورے جاتے ہیں۔ نو مولود بچے کی پیدائش پر اسکے کان میں اذان محلے کے مولوی صاحب سے دلوائی جاتی ہے اور اسکے عوض انہیں کیش یا تحفے تحائف دیئے جاتے ہیں، فتوے بغیر پیسوں کے نہیں دیئے جاتے، اور تو اور آپ کسی بھی نامور عالم دین کو اپنے ہاں کسی دینی محفل میں تقریر کے لئے دعوت دیں تو وہ بھی آپکو اپنے سیکریٹری سے ملنے کو کہیں گے تاکہ ان کی فیس ادا کرکے انکی خدمات یا پرفارمنس کی باقاعدہ بکنگ کی جائے۔ اور زندہ تو ایک طرف ہمارے مولوی کی اصل موج تو کسی کے مرنے پر ہوتی ہے جسکے لئے ایصالِ ثواب کے نام پر سوئم یا تیسرا، دسواں، چہلم اور برسی کی بے شمار بدعتیں ایجاد کی گئیں ہیں یعنی مرنے والا تو بیچارہ مرگیا لیکن اسکے گھروالوں کے ذریعے مولوی صاحب اور انکی ٹیم کی عیاشی سارا سال چلتی رہتی ہے۔ اسکے علاوہ بسم اللہ اور الم نشرح سے لے کر شب برأت، کونڈے، گیارھویں اور عید میلاد تک نجانے کتنی قبیح بدعتیں آج ہمارے ہاں عام ہیں تاکہ ہر کچھ عرصے بعد کوئی نہ کوئی موقع ایسا میسر آتا رہے جسکے ذریعے ان دین کے بیوپاریوں کی موج مستیاں چلتی رہیں یعنی دیگیں چڑھتی رہیں اور حلوے و پکوان پکتے رہیں اور محفلیں جمتی رہیں۔ مساجد تو درحقیقت ان فرقوں کی دکانیں ہیں جہاں محنت کم سے کم اور منافعہ دن دگنا اور رات چوگنا۔

ملحدین یعنی وہ لوگ جو کسی خدا یا مذہب کو نہیں مانتے، ان کے جہاں مذاہب اور انکے خداؤں کے حوالے سے بے شمار غلط، بے بنیاد اور غیر ضروری اعتراضات ہیں وہیں پر ایک درست اعتراض بھی ہے اور وہ یہ کہتے ہیں مذاہب کو انکے علماء نے اپنی کمائی کے لئے ایجاد کیا اور پھر لوگوں کو اس طرف لگادیا۔ وہ کہتے ہیں اگر دنیا کی تاریخ پر ایک نظر ڈالی جائے تو علم ہوتا ہے کہ مذہب ہر دور میں اور ہر طرح کے حالات میں دنیا کا سب سے نفع بخش کاروبار رہا ہے اور وہ بھی ٹیکس فری منافع کیونکہ آج دنیا کے کسی بھی ملک میں مذہب پر کی جانے والی کسی طرح کی کمائی پر کوئی ٹیکس لاگو نہیں ہوتا۔ اب چاہے جنگ وجدال ہو یا امن وامان، زلزلے ہوں، سونامی یا طوفان، سٹاک مارکیٹیں گر جائیں یا بینک اور ادارے ختم ہو جائیں لیکن مذاہب اور انہیں چلانے والے لوگ کبھی بھوکے نہیں مرتے۔ ہماری بدقسمتی دیکھئے کہ باوجود اسکے کہ انبیاء کرام نے دین پر کسی قسم کی اُجرت یا مالی منفعت لینے کا کھلا رد کیا اور صحابہ کرامؓ و تابعین نے بھی یہی شعار اپنایا پھر بھی بعد میں آنے والوں نے دیگر مذاہب کی روش اپنا لی۔ نتیجہ یہ کہ اُمّت کے ان مولویوں اور علماء کا حال انبیاء، صحابہؓ و تابعین کی سنّت کے بالکل اُلٹ ہو گیا اور آج دیگر مذاہب کی طرح جہاں امت میں ان گنت ہیں وہیں پر دین کو پیشہ بنا لینے کا مسئلہ بھی ہمیں آج عالمِ اسلام میں ہر طرف نظر آتا ہے۔ عجمی تو خیر عجمی ہیں یہاں تو سعودی شاہی خاندان اور ان کے نام نہاد علماء کے درمیان بھی اسی طرز پر ایک خاموش معاہدہ نظر آتا ہے جس کے تحت تمام اسلامی قوانین اور سزائیں عوام یا رعایا کے لئے ہیں۔ آپ نے کبھی کسی شاہی خاندان کے فرد کا سر قلم ہوتے نہیں دیکھا ہوگا حالانکہ انکا تو کام ہی اپنے ملک میں چوری چھپے یا پھر مغربی ممالک میں کھل کھلا کر ہر طرح کی عیاشی کرنا ہے۔ شراب و شباب کے مسئلے تو ہیں ہی کاروبار اور شوق بھی ویسے ہی ہیں یعنی سُودی بنکوں میں شراکت و سرپرستی، انگلش فٹبال کلب خریدنا، گوروں کی عیاشی کے لئے عالیشان ہوٹل اور سیاحی مقامات تعمیر کرنا وغیرہ۔ ابھی حال ہی میں سعودی شاہی خاندان کے ایک فرد کو انگلستان میں اپنے ہم جنس پرست غلام کو قتل کرنے کی کیس میں قید کی سزا دی گئی۔ انگلستان تھا تو موصوف پکڑے گئے ورنہ ایسی تمام حرکتوں کی خبر ہونے کے باوجود کسی سعودی عالم کا فتویٰ ایسے کسی فرد واحد یا خاندان کے خلاف منظر عام پر نہیں آتا کیونکہ انکی اپنی روٹیاں انہی خاندانوں کی وساطت سے لگی ہیں اور لاکھوں ریال ہر سال انکی تنخواہوں اور مراعات کی صورت میں ان پر نچھاور ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں برصغیر پاک و ہند میں دیکھئے تو یہاں بھی یہی حال ہے، کہیں کسی نعت خواں پر مجروں کے سے انداز میں نوٹوں کی برسات ہوتی نظر آتی ہے تو کہیں کوئی سیاسی عالم دین "مولانا ڈیزل" کے نام سے مشہور ہیں۔ اسلامی نظام لانے کی دعویدار پوری کی پوری جماعتِ اسلامی پیسے اور کرسی کے لالچ میں جمہوری نظام کی حامی ہو گئی جو کہ اسلامی نظام کی ضد ہے نتیجہ یہ کہ اسلامی نظام آیا اور نہ انقلاب دیکھنے کو ملا، ہاں دینداری کے نام پر دکانداری یا دنیاداری چل رہی ہے۔ کہیں پر کوئی آن لائن عالم بنا کروڑ کروڑ روپیہ لے کر ٹی وی پر رقت آمیز دعائیں کروا رہا ہے تو کہیں ٹیلی فون کالوں کی کمائی سے فوری استخارے کئے جا رہے ہیں، کوئی قربانی کی کھالیں مانگ رہا ہے تو کوئی زکوٰۃ و خیرات کے پروگرام چلا رہا ہے۔ یہ سب تو پھر سوفیسٹیکیٹڈ یا نفیس لٹیرے ہیں ورنہ مزاروں پر جا کر دیکھئے تو ایک اور ہی دنیا ہے۔ منتیں اور چڑھاوے ہیں، دھمالیں اور قوالیاں ہیں، نذرانے اور خیراتیں ہیں۔ عام آدمی کے گھر کھانے کو روٹی نہیں، گرمی اور لوڈشیڈنگ نے ادھ موا کر دیا ہے لیکن اسکے مردہ پیر کی قبر پر بھی پنکھا چل رہا ہے۔

یہ سب دیکھ کر دل خون کے آنسو تو روتا ہی ہے لیکن ساتھ میں یہ خیال بھی آتا ہے کہ دین کے یہ بیوپاری اللہ کے دین کی خدمت کی آڑ میں عوام النّاس کو تو بیوقوف بنا ہی رہے ہیں لیکن ساتھ میں کیا نعوذ باللہ مالک کائنات کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی جا رہی ہے؟ کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اُس کا اپنا دین بیچ رہے ہیں؟ حقیقت یہی ہے کہ عام لوگوں کو قرآن و حدیث سے ایک خاص مقصد کے تحت دور کیا گیا تاکہ ان پر اپنی برتری اور رعب برقرار رکھا جائے ورنہ اگر ہر مسلمان قرآن کی بنیادی تعلیم حاصل کر کے باجماعت نماز پڑھانے یا اذان دینے کے قابل ہو جائے یا اپنے بچوں کو خود قران پڑھانے لگے تو یہ مولوی کہاں جائیں گے اور کون انکو پیسے دے کر یہ کام کروائے گا؟ لہٰذا عوام کو سنانے کے لئے کہانیاں ایجاد کر لی گئیں کہ قران کو سمجھنے کے لئے تو پہلے اٹھارہ علوم سیکھنے پڑتے ہیں اور بھلا عام آدمی کی کیا مجال کہ وہ یہ سب کرے کہ یہ

http://therealislam1.wordpress.com/

توصرف علماء کاکام ہے جن کاحسب نسب صحابہ کرامؓ اور انبیاء سے جا کر ملتا ہے اور وہ ہی عام آدمی کے لئے یہ سب فیصلے کرنے کااختیار رکھتے ہیں۔ خیر یہاں پر یہ بات بھی ماننی ہوگی کہ اس تمام معاشی اور مذہبی استحصال کی ذمہ داری عام لوگوں پر بھی لاگو ہوتی ہے جو اللہ کے دین کو خود سمجھ کر اپنانے یا قرآن و حدیث کو کھول کر پڑھنے اور سمجھنے کے روادار نہیں اور ان مولویوں اور پیروں کے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قران میں ایسے مولویوں اور علماء سُو کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَآمِنُوا بِمَا أَنزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ

اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی تصدیق کرتی ہے اس کی جو تمہارے پاس ہے اور تم ہی سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت پر نہ بیچو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ البقرہ ۴۱

اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَن سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

انہوں نے اللہ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا پھر اللہ کے راستے سے روکتے ہیں بے شک وہ برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ التوبہ ۹

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَـٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے اور اس کے بدلے میں تھوڑا سا مول لیتے ہیں یہ لوگ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے مگر آگ اور اللہ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ البقرہ ۱۷۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

اے ایمان والو! بہت سے عالم اور فقیر لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیئے۔ التوبہ ۳۴

بدقسمتی سے آج اُمت مسلمہ میں موجود دین کی خدمت کے دعویداروں کا بھی بالکل یہی حال ہے اور جب انہیں ان آیات کا حوالہ دیا جائے تو کہتے ہیں کی یہ تو یہود و نصاریٰ کے لئے نازل ہوئی تھیں مسلمانوں کے لئے نہیں۔ لیکن اوپر کاپی کی گئی سورۃ التوبہ کی آیت ۳۴ میں اللہ تعالیٰ "ایمان والوں" سے مخاطب نہیں؟ اور ویسے بھی قران میں دیگر یا پچھلی امتوں کی بداعمالیوں کا ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے اگر ان سے سبق ہی نہ سیکھا جائے؟ سوا گر یہود و نصاریٰ اللہ کی آیات کو ثَمَنًا قَلِيلًا یعنی ایک حقیر معاوضے یا دنیاوی منفعت کے لئے بیچ دیتے تھے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اللہ تعالیٰ کا یہ سب بتانے کا مقصد تو یہ ہے کہ اہل ایمان اس سب سے دور رہیں ورنہ کیا قرآن تمام انسانیت کے لئے نازل نہیں ہوا؟ لہٰذا قرآن کی اتنی واضح نصیحتوں کو صرف پچھلی امتوں کے لئے فرض قرار دینا صرف بہانے بازی ہے اور کچھ نہیں اور پچھلی امتوں کی روش اختیار کرنے کا ذکر تو ہمیں صحیح بخاری کی ذیل کی حدیث میں بھی ملتا ہے۔

http://therealislam1.wordpress.com/

ابوہریرہؓ نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک میری اُمت اس طرح پچھلی اُمتوں کے مطابق نہیں ہو جائے گی جیسے بالشت بالشت کے اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ پچھلی امتوں سے کون مراد ہیں' پارسی اور نصرانی؟ آپ نے فرمایا پھر اور کون۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام

قران میں اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے

اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو چیز تمہاری طرف نازل کی گئ اور جو ان کی طرف نازل کی گئ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں اللہ کی آیتوں پر تھوڑا مول نہیں لیتے یہی ہیں جن کے لیے ان کے رب کے ہاں مزدوری ہے بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔آل عمران آیت ۱۹۹

آیئے اب دین پر اُجرت کے اس معاملے کو صحیح احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں

عبادہ بن الصامت سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے چند لوگوں کو قران پڑھایا اور لکھنا سکھایا تو ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کوئی مال نہیں تو ہے نہیں، میں اللہ کی راہ میں اس سے تیر چلاؤں گا، میں رسول ﷺ کے پاس جاؤنگا اور آپ سے پوچھوں گا۔ تو میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ایک شخص نے جسے میں نے قران پڑھایا اور لکھنا سکھایا تھا، مجھے ایک کمان تحفہ میں دی ہے اور یہ کوئی مال تو ہے نہیں، میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر چلاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو آگ کا طوق پہننا چاہے تو اس کمان کو لے لے۔ ابو داؤد، کتاب الاجارہ فی کسب المعلم

عثمان بن ابي العاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے فرمایا کہ مجھے میری قوم کا امام مقرر کر دیجئے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کے امام ہو، ان کی امامت کرو ضعیفوں کا خیال رکھتے ہوئے اور ایسا مؤذن مقرر کرنا جو اذان دینے پر اُجرت نہ لے۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ

عمران بن حصینؓ ایک قاری کے پاس سے گذرے جو قران پڑھ رہا تھا۔ پر اس نے ان سے سوال کیا (یعنی بھیک مانگی) تو عمرانؓ نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص قران پڑھے اسے چاہیئے کہ اللہ سوال کرے اس لئے کہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قران پڑھ کر لوگوں سے سوال کریں گے۔ ترمذی کتاب فضائل القران

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے "ہمارے ساتھ کچھ ایسے لوگ روانہ کیجئے جو ہمیں قران اور سنت کی تعلیم دیں"۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے انکے ساتھ انصار میں سے ستّر لوگ بھیج دیئے۔ ان لوگوں میں میرے ماموں بھی شامل تھے۔ یہ لوگ رات میں قران سکھاتے اور اس کا مطلب سمجھاتے اور دن میں یہ مسجد کے گھڑوں کے لئے پانی بھر کر لاتے اور لکڑیاں اکٹھی کرتے اور انہیں بیچ دیتے اور اس رقم سے صفہ کے لوگوں اور ضرورت مندوں کے لئے کھانا خریدتے۔ صحیح مسلم

http://therealislam1.wordpress.com/

اوپر بیان کی گئی تمام احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب قرآن میں اللہ فرماتا ہے کہ میری کتاب کو حقیر معاضے کے عوض مت بیچو تو اسکا مطلب یہی ہے کہ اللہ کی کتاب کو ذریعہ روزگار اور اللہ کے دین کو کاروبار مت بناؤ اور اس معاملے میں سختی اتنی زیادہ ہے کہ تنخواہ تو دور تحفے تحائف لینے کی اجازت بھی نہیں۔اسی طرح ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ صحابہ کرامؓ نے قران سکھانے یا دیگر دینی امور جیسے باجماعت نماز پڑھانا یا اذان دینا وغیرہ پر کبھی اُجرت یا معاوضہ لیا ہو یا اس عمل کو جائز قرار دیا ہو۔سب محنت مشقت یا کاروبار کے ذریعے اپنے اور اپنے گھر والوں کے پیٹ بھرنے کا سامان کرتے۔خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائیں یا کاروبار کیا اور اسی کی مثالیں ہمیں صحیح احادیث میں بھی ملتی ہیں۔

عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (محنت و مشقت کی وجہ سے) ان کے جسم سے (پسینے کی) بو آتی تھی۔اس لئے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہو گا۔ صحیح بخاری کتاب البیوع

عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ بنی نضیر کے باغ کی کھجوریں بیچ کر اپنے گھر والوں کے لیے سال بھر کی روزی جمع کر دیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری النفقات

اسی طرح قرآن اور صحیح احادیث میں ہمیں تمام انبیاء کے حوالے سے یہ بتایا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی اللہ کی آیات یا کتابوں و صحیفوں کو دنیاوی منفعت کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنی اُمتوں کو یہی کہا کہ انکا مقصد دنیاوی فائدہ نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی، لوگوں کی بھلائی اور آخرت کا صلہ ہے۔

ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے اس پر پیغمبر جو اللہ کے فرمانبردار تھے یہود کو حکم کرتے تھے اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول مت لو اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی لوگ کافر ہیں۔المائدہ ۴۴

یہ وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دی سو تو ان کے طریقہ پر چل کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا یہ تو جہان والوں کے لیے محض نصیحت ہے۔ الانعام ۹۰

اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا میری مزدوری اللہ ہی کے ذمہ ہے اور میں ایمانداروں کو ہٹانے والا نہیں بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن تمہیں جاہل قوم دیکھتا ہوں۔ھود ۹۰

اے قوم میں اس پر تم سے مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ھود ۵۱

کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے۔الفرقان ۵۷

ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پانے والے ہی۔ یٰس ۲۱

http://therealislam1.wordpress.com/

ابوہریرہؓ نے بیان کیا، اور ان سے نبی کریم ﷺ نے کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع

زکریا علیہ سلام بڑھئی تھے۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل زکریا

ابوہریرہؓ نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پوچھا کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں، میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔ صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ

یہ تھا انبیاء کرام کا عمل جو سب کے سب دینی اُمور پر اجرت لینے کی بجائے اپنے ہاتھ سے روزی کما کر کھاتے اور ویسے بھی اگر انبیاء کرام دین کو پیشہ بنا لیتے تو پھر کون انکی دعوت پر کان دھرتا اور کون انکی عزت کرتا؟ سب یہی کہتے کہ یہ لوگ کمائی کی غرض سے اللہ کا نبی ہونے کا ڈھونگ کر رہے ہیں۔ اور ایک ہمارے ہاں کہ مولوی حضرات اور علماء ہیں جو اپنے آپکو انبیاء اور اولیاء یعنی صحابہ کرامؓ کا وارث تو کہتے ہیں لیکن پھر انکی سنت پر عمل کرنے کی بجائے ہر طرح کی اُجرت، نذرانے، تحفے تحائف، ھدیے اور وظائف قبول کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں دینی امور پر اُجرت لینے کے حق میں ایک بہانہ یہ بھی بنایا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انہوں نے مساجد کے اماموں، مؤذنوں اور علماء کی تنخواہیں مقرر کیں جو انہیں بیت المال سے ادا کی جاتی تھیں۔ حقیقت میں یہ سب صرف افسانے ہیں جن میں کوئی حقیقت نہیں۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا دور مسلمانوں کا سب سے درخشاں دور تھا جب اسلامی سلطنت دنیا کے تین چوتھائی حصے میں پھیل گئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی وسعت کی مناسبت سے بہت سے حکومتی ادارے تشکیل دیے جن میں لوگوں کو ملازمت دی گئی تاکہ حکومتی معاملات کی دیکھ بھال مناسب طریقے سے ہو سکے۔ ان تمام لوگوں کی تنخواہیں بیت المال سے دی جاتیں لیکن ان سرکاری ملازمین، انکے کام اور انکی تنخواہوں کو کسی اعتبار سے بھی دینی امور پر اُجرت لینے سے منتج نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً اگر حکومت زکوٰۃ کی تقسیم کے لئے ایک ادارہ تشکیل دیتی ہے جہاں اکاؤنٹنٹ اور دیگر لوگ نوکری کرتے ہیں تو اس کا ایک امام مسجد یا مؤذن ہونے سے بھلا کیا تعلق ہے؟ اسی طرح سے خلیفۂ وقت بھی ایک حکومتی عہدہ یا ایڈمنسٹریشن کی پوسٹ ہے اور اسکی تنخواہ بھی بیت المال سے ادا کی جا سکتی ہے لیکن قرآن پڑھانے کی اُجرت لینے کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اتنی بڑی سلطنت کے حکمران یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے آخری وقت پر جب ایک نگاہ ڈالی جائے تو علم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے مقروض تھے، ملاحضہ کیجئے صحیح بخاری کی یہ حدیث جو عمرؓ پر قاتلانہ حملے کے بعد انکے زخمی ہونے سے لے کر انکی وفات سے پہلے تک کے واقعات کا رتفصیل سے ذکر کرتی ہے لیکن ہم اس لمبی حدیث میں سے صرف ضروری حصہ ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ عمرؓ نے فرمایا، اے عبداللہ بن عمر دیکھو مجھ پر کتنا قرض جب لوگوں نے آپ پر قرض کا شمار کیا تو تقریباً چھیاسی ہزار نکلا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ اگر یہ قرض آل عمر کے مال سے ادا ہو سکے تو انہی کے مال سے اس کو ادا کرنا ورنہ پھر بنی عدی بن کعب سے کہنا، اگر ان کے مال کے بعد بھی ادائیگی نہ ہو سکے تو قریش سے کہنا، ان کے سوا کسی سے امداد نہ طلب کرنا اور میری طرف سے اس قرض کو ادا کر دینا۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی

http://therealislam1.wordpress.com/

لیکن ہمارے ہاں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق قرآنی آیات کی غلط توجیح اور ضعیف اور موضوع یعنی من گھڑت احادیث کا سہارا تو لیا جاتا ہی ہے بلکہ صحیح احادیث کی غلط غلط تاویلات گھڑ کر بھی دینی امور پر اُجرت کے حوالے سے جواز فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ کسی طرح سے اپنی غلط کمائی کو جائز قرار دیا جاسکے۔

اسی طرح کی ایک کمزور دلیل صحیح بخاری کی ایک حدیث کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے جس میں ایک واقعے کا ذکر ہے جب صحابہ کرامؓ کو سورۃ الفاتحہ کا دم یا رُقیہ کرنے کے انعام کے طور پر کچھ بھیڑیں انعام میں ملیں لیکن بخاری کی ہی دیگر احادیث کے مطالعے سے علم ہوتا ہے کہ یہ مہمان نوازی کے انکار یا حقِ ضیافت کا معاملہ تھا جس کا دینی امور پر اُجرت لینے سے کوئی تعلق نہیں۔ملاحظہ کیجئے صحیح بخاری کی یہ حدیث

ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہؓ سفر میں تھے۔دوران سفر میں وہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے۔ صحابہ نے چاہا کہ قبیلہ والے انہیں اپنا مہمان بنالیں، لیکن انہوں نے مہمانی نہیں کی، بلکہ صاف انکار کر دیا۔اتفاق سے اسی قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، قبیلہ والوں نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی، لیکن ان کا سردار اچھا نہ ہوا۔ان کے کسی آدمی نے کہا کہ چلو ان لوگوں سے بھی پوچھیں جو یہاں آ کر اترے ہیں۔ ممکن ہے کوئی دم جھاڑنے کی چیز ان کے پاس ہو۔ چنانچہ قبیلہ والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ بھائیو ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔اس کے لیے ہم نے ہر قسم کی کوشش کر ڈالی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔کیا تمہارے پاس کاٹے کی دوا ہے یا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہاں مگر ہم نے تم سے میزبانی کے لیے کہا تھا اور تم نے اس سے انکار کر دیا۔اس لیے اب ہم اس وقت تک تمہارے سردار پر دم نہیں کریں گے جب تک تم کوئی اہتمام نہ کرو، آخر بکریوں کے ایک گلّے پر ان کا معاملہ طے ہوا۔ایک صحابی وہاں گئے اور سورۃالفاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ایسا معلوم ہوا جیسے کسی کی رسی کھول دی گئی ہو۔وہ سردار اٹھ کر چلنے لگا، تکلیف و درد کا نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔حسب وعدہ قبیلہ والوں نے بھیڑیں دیں۔ کسی نے کہا کہ اسے تقسیم کر لو، لیکن جنہوں نے جھاڑا تھا (انہیں تردّد ہوا) اور وہ بولے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے ہم آپ سے اس کا ذکر کر لیں۔اس کے بعد دیکھیں گے کہ آپ ﷺ کیا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ سب حضرات رسول کریم ﷺ خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔آپ نے فرمایا یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۃالفاتحہ بھی ایک رقیہ ہے؟اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔اسے تقسیم کر لو اور ایک میرا حصہ بھی لگاؤ۔یہ فرما کر رسول کریم ﷺ ہنس پڑے۔ صحیح بخاری، کتاب الطب

حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ عمومی حالات نہیں بلکہ ایک خاص الخاص واقعے کا ذکر ہے اور دینی امور پر اُجرت کا معاملہ تو یہ سرے سے ہے ہی نہیں۔اس زمانے میں چونکہ ہوٹل یا ریستوران وغیرہ نہیں ہوا کرتے تھے لہٰذا اس دور میں رائج اصولوں کے مطابق ہر قبیلے کی یہ ذمہ دار ہوتی کہ وہ آنے والے مسافروں کی مہمان نوازی اور کھانے پینے کا انتظام کریں اور چونکہ اس قبیلے نے صحابہ کرامؓ کی میز بانی اور مہمان نوازی سے انکار کیا تو صحابہؓ نے اس انداز میں ان سے حق ضیافت وصول کیا اور یہ کام کرنے کی اجازت صحابہؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دی جیسا کہ بخاری کی مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

عقبہ بن عامرؓ نے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا آپ ہمیں مختلف ملک والوں کے پاس بھیجتے ہیں اور (بعض دفعہ) ہمیں ایسے لوگوں کے پاس جانا پڑتا ہے کہ وہ ہماری ضیافت تک نہیں کرتے۔آپ کی ایسے مواقع پر کیا ہدایت ہے؟ آپ ﷺ

http://therealislam1.wordpress.com/

نے ہم سے فرمایا، اگر تمہارا قیام کسی قبیلے میں ہو اور تم سے ایسا برتاؤ کیا جائے جو کسی مہمان کے لیے مناسب ہے تو تم اسے قبول کر لو، لیکن اگر وہ نہ کریں تو تم خود مہمانی کا حق ان سے وصول کر لو۔ صحیح بخاری کتاب الادب

یہ بالکل ویسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ قرآن کی سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ سلام اور خضر علیہ سلام کا واقعہ بیان کرتا ہے جب وہ دونوں ایک بستی میں پہنچے جنہوں نے انکے لئے کھانے پینے کا انتظام نہیں کیا لیکن جب خضر علیہ سلام نے بستی والوں کی ایک دیوار جو گرنے والی تھی کو سیدھا کر دیا تو موسیٰ علیہ سلام نے ان سے کہا کہ "اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اُجرت طلب کر لیتے"۔ الکہف ۷۷

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی عرب میں گھر یا گاؤں میں آئے مہمان کی میزبانی نہ کرنا ایک انتہائی غلط بات سمجھی جاتی تھی بلکہ اسے ایک معاشرتی جرم تصور کا جاتا تھا اور اسی لئے صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے مطابق حقِ ضیافت لیا۔ اگر یہ دینی امور پر اُجرت کا معاملہ ہوتا تو صرف دم کرنے والے صحابی قیمت یا اُجرت کے طور پر دی گئی بکریاں وصول کرتے لیکن ان بکریوں کو تمام قافلے کے لوگوں میں تقسیم کیا گیا بلکہ جب صحابہؓ نے مدینہ واپسی پر ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ لگانے کو بھی کہا حالانکہ آپ ﷺ اس واقعے کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔ ورنہ کیا آجر یا محنت کش کی اُجرت یوں تقسیم کی جاتی ہے؟ کیا ہمارے ہاں اذان دینے اور نماز پڑھانے والے مولوی حضرات اپنی تنخواہ کسی اور کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں؟ لہٰذا یہ دینی امور پر اُجرت لینے کا معاملہ سرے سے تھا ہی نہیں۔

پس قرآن و حدیث کے تفصیلی مطالعے سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ دین کی اشاعت یا دین کے اُمور جیسے عبادات وغیرہ یا قرآن سکھانا یہ سب اللہ کی رضا اور آخرت کے سامان کے طور پر کئے جانے والے کام ہیں، انہیں ذریعۂ معاش بنا لینا کہیں ثابت نہیں بلکہ جب جب انہیں ذریعۂ معاش بنایا گیا تب تب لوگ دین سے دور ہوئے اور دین کی اشاعت کرنے والوں کی عزت میں کمی بھی واقعہ ہوئی۔ اسی طرح ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ دین کے یہ بیوپاری روزِ آخرت اللہ سے کیا مانگیں گے جب خود ہی انہوں نے آخرت کی رحمتوں کو دنیاوی فائدے کے لئے قربان کر دیا؟ یعنی دین کا علم اس لئے حاصل کیا کہ لوگوں میں واہ واہ ہو اور مال بنانے کا موقع میسر آئے۔ ایسے ہی لوگوں کی آخرت کا ذکر اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔

ابوہریرہؓ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (قیامت کے دن کا احوال بتاتے ہوئے) فرمایا، اور ایک شخص لایا جائے گا جس نے دین کا علم سیکھا اور سکھلایا اور قرآن پڑھا اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھلائے گا، وہ شخص پہچان لے گا تب کہا جائے گا کہ تونے اس کے لئے کیا عمل کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تونے اس لئے علم پڑھا تھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن تونے اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں، دنیا میں تجھ کو عالم اور قاری کہا گیا۔ پھر حکم ہو گا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ صحیح مسلم، جہاد کے مسائل

لوگ آج دینی اُمور پر اُجرت لینے کے حق میں مختلف مکتبِ فکر اور فرقوں سے تعلق رکھنے والے بڑے نامی گرامی علماء کے فتوے اور ان کی تشریحیں لاتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کے قرآن و حدیث کے احکام کے خلاف دیئے جانے والے یہ فتوے اور تفسیریں کس کام کے؟ آج کی امت کا مسئلہ ہی یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت ہر بڑے نام والے عالم کی بات اور فتوے کی بلا تحقیق اندھی تقلید شروع کر دیتی ہے چاہے اس ضمن میں

http://therealislam1.wordpress.com/

اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا انکار ہی کیوں نہ ہو جائے۔ ہمیں بچپن سے یہ چیز ذہن نشین کروادی جاتی ہے کہ قرآن و حدیث کی تشریح کرنا اور ان سے احکامات اخذ کرنا صرف ان اعلیٰ نسل اور بڑے بڑے القابات والے جدّی پشتی علماء کا کام ہے اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا تو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور قرآن کو بہترین انداز میں سمجھنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ موجود ہے جو قرآن کی بہترین تفسیر ہے۔ صحیح احادیث میں ہمیں نبی ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا تفصیلی احوال ملتا ہے لہٰذا قرآنی احکامات کو پڑھ کر ان پر اپنے اندازے لگانے کی بجائے احادیثِ مبارکہ کا مطالعہ ہمیں قرآن کو بہتر انداز میں سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ سو اللہ کے دین کو سمجھنے کے لئے کسی خاص نسل یا شجرے سے تعلق ہونا ضروری نہیں، کیا بلالؓ ایک اعلیٰ حسب نسب کے مالک مسلمان تھے یا کیا وہ اذان دینے کی اُجرت لیتے تھے؟

آخر میں ایک بار پھر اپنے قارئین سے یہ گذارش کہ دین کے معاملات میں انفرادی مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ معاشرے اور اُمت کے اجتماعی مسائل پر توجہ دیں اور نان ایشوز پر بحث مباحثوں کی بجائے ایسے مسائل پر غور اور انکا حل ڈھونڈنے کی کوشش کریں جن کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ آج تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ ایسے تمام مسائل سے چھٹکارا صرف ایک ہی صورت ممکن ہے جب ہم خود دین کو سمجھیں۔ دینی اُمور پر اُجرت کے حوالے سے اکثر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ ہمارے چاروں اطراف تو انہی فرقوں کی مساجد ہیں تو پھر ہم باجماعت نماز کہاں جا کر ادا کریں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب پاکستان میں خالص توحید کا پرچار کرنے والے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد بن چکی ہے اور اسی طرح ملک کے تقریباً تمام بڑے اور چھوٹے شہروں میں ایسی کئی مساجد موجود ہیں جہاں پر عبادات ہوں یا دین کی اشاعت تمام کاموں کی انجام دہی اللہ کے لئے ہوتی ہے دنیاوی منفعت کے لئے نہیں۔ ان مساجد میں اذان و امامت سے لے کر درس قرآن اور دعوتِ الی اللہ کسی بھی کام کے لئے کوئی اُجرت نہیں لی جاتی، بلکہ صدقات اور زکوٰۃ تک ایسے لوگوں سے نہیں لئے جاتے جن کے عقائد میں کھوٹ ہو یا جن کا کام کاروبار اسلامی اصولوں کے خلاف ہو۔ بلکہ اب تو پاکستان سے باہر بہت سے ممالک بشمول مغربی ممالک میں بھی ایسے سیٹ اپ وجود میں آچکے ہیں کہ جہاں پر دین کے کاروبار کی بجائے خالص اللہ کی رضا کے لئے ہر کام کیا جاتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی مساجد کی تعداد کم ہے، ہوسکتا ہے آپکو گرمی میں کچھ سفر طے کرکے ان مساجد میں جانا پڑے، شاید ان مساجد میں مخملیں قالین نہ بچھے ہوں اور پنکھے اور اے سی یا فلک بوس مینار نظر نہ آئیں لیکن یاد رکھیں ایک مسلمان کے لئے ان دنیاوی عیش و آرام سے زیادہ وقعت اللہ کے وقار اور اسکی رضا کی ہوتی ہے۔ ائیر کنڈیشنڈ مسجد کے مخملیں قالین پر ایک بد عقیدہ اور فرقہ پرست مولوی جسکا کاروبار ہی دین بیچنا ہے کی امامت میں اپنی عبادت ضائع کرنے کی بجائے سخت زمین پر ایک صحیح العقیدہ امام کے پیچھے کیا جانے والا سجدہ یقیناً ایک بہتر عمل ہے۔ اور کیا ہوا جو فی الوقت ہمارے ارد گرد زیادہ تر مساجد پر فرقے قابض ہیں اگر ہم اللہ کے دین کے سچے پیروکار بن کر دین کی اشاعت کا کام کرتے رہیں تو ہر گزرتے دن کے ساتھ ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور نتیجتاً ایسی مساجد کی تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔ سو اللہ کے دین کو خود سمجھ کر پکڑیں اور پھر اسے دوسروں تک پہنچائیں تاکہ سب کی زندگیوں میں انقلاب بپا ہو۔ ورنہ جان لیں کہ یہ آگ برساتا آسمان، یہ گولیاں اور بارود، وبائی امراض، بے حیائی اور فحاشی، بجلی پانی اور سوئی گیس کے مسئلے، ناانصافی اور ظلم و زیادتی اور ان سب کو عام کرنے والے یہ ظالم حکمران یونہی آپکے سروں پر مسلط رہیں گے اور دنیا بھر کی ذلت اور رسوائی آپکا مقدر ٹھہرے گی کہ اللہ کے قوانین کی کھلے عام خلاف ورزی کرنے والی اور بال بال شرک و کفر میں ڈوبی ہوئی اقوام پر آسمان سے رحمتیں نازل نہیں کی جاتیں۔ سو اب بھی وقت ہے صرف نام مسلمانوں والا کافی نہیں حقیقت میں مسلمان بن جایئے اور دینِ اسلام کو اپنی زندگیوں کے ہر فیصلے میں اوّلین اہمیت دینے کی عادت ڈالیئے۔ ان فرقوں کے اسلام کے نام پر پھیلائے ہوئے غلط عقائد اور رسومات کا ردّ کیجئے اور اللہ کی توحید کا پیغام اپنے گھروں اور معاشرے میں ہر ایک تک پہنچایئے اور اس راہ میں آنے والی تمام صعوبتوں اور پریشانیوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کیجئے۔

http://therealislam1.wordpress.com/

السلام علیکم۔

http://therealislam1.wordpress.com/